Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 4
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر نسیم عباس احمر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، اوکاڑا یونیورسٹی، اوکاڑہ

نو آبادیاتی عہد میں خواتین کی افسانہ لکھت: تحقیقی تناظر
خصوصی مطالعہ: ماہ نامہ ادب لطیف

Dr Naseem Abbas Ahmar

Assistant Professor Department of Urdu, University of Okara, Okara

Women short story writings in Colonial Period: Research Perspective special study monthly Adab-e-Latif

General issues concerning women have always been the thematic focus of women writers over the ages. Colonial period changed the social and political system which was reflected by the writers in their writings. In this perspective women writers showed feminism and highlighted the issue of women's identity, alienation, awareness, social status and individual struggle for freedom. In monthly 'Adab –e-Latif''about 20 female short story writers emerged including Shakila Akhtar, Mrs. Abdul Qadir,Hijab Imtiaz,Hajra Masror,Khadeejs Mastor,Asmat Chigtai,Rasheed Jahan,Qurat-ul-ain Haider etc. In this article, these women short story writers' writings would be analyzed in research based Perspective.

Keywords: Colonial, reflected, , alienation, identity

کلیدی الفاظ: نو آبادیاتی عہد، ماہ نامہ ادب لطیف، خواتین افسانہ نگار، شکیلہ اختر، مسز عبد القادر، عصمت چغتائی، حجاب امتیاز علی

۱۹۴۷ تک ماہ نامہ "ادب لطیف" میں شائع ہونے والے خواتین کے افسانے دیکھے جائیں، تو، شکیلہ اختر، مسز عبد القادر، ، عصمت چغتائی، حجاب امتیاز علی، رشید جہاں، قرۃ العین حیدر، ہاجرہ مسرور اور خدیجہ مستور کے نام نمایاں نظر آتے ہیں۔۔ سب سے زیادہ افسانے شکیلہ اختر کے شائع ہوئے، ان افسانوں کی تعداد دس ہے۔ شکیلہ اختر اردو افسانے کی ایسی آواز ہیں، جن کے سات افسانوی مجموعوں کے علاوہ بھی اتنے افسانے رسائل میں موجود ہیں جو کسی افسانوی مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعوں میں "درپن"(۱۹۴۳)، "آنکھ مچولی"(۱۹۴۸)، "ڈائن اور دوسرے افسانے"(۱۹۵۲)، "آگ اور پتھر"(۱۹۶۷)، "تنکے کا سہارا"(۱۹۷۵)، "لہو کے مول"(۱۹۷۶)، اور "آخری سلام"(۱۹۸۶) شائع ہوئے۔ ان افسانوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ رحمت (شمارہ: ستمبر ۱۹۳۶)

corresponding Author›s Email: naseemabbas@uo.edu.pk

۲۔ سوز ناتمام (شمارہ: دسمبر ۱۹۳۶)

۳۔ شاہد (شمارہ: اکتوبر ۱۹۳۷)

۴۔ شفیق (شمارہ: جنوری ۱۹۴۱)

۵۔ لوکٹ (شمارہ: اپریل ۱۹۴۱)

۶۔ سڑک پر (شمارہ: مئی جون ۱۹۴۱)

۷۔ بکھرے ہوئے پھول (شمارہ: جنوری ۱۹۴۳)

۸۔ تین ستارے (شمارہ: مارچ۔اپریل ۱۹۴۴)

۹۔ کچے دھاگے (شمارہ: جولائی ۱۹۴۵)

۱۰۔ یہ مچھر (شمارہ: دسمبر ۱۹۴۵)

یہ تمام افسانے شکیلہ اختر کے کسی افسانوی مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ شکیلہ اختر ترقی پسند افسانہ نگار کے طور پر اپنی خاص پہچان رکھتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں مالک اور مزارع کی باہمی کشمکش خاص موضوع رہا ہے۔ البتہ ان کی ابتدائی افسانہ نگاری رومانوی تخیل کے گرد گھومتی ہے۔ ان کے اور عصمت مین مماثلے و امتیاز کے حوالے سے ڈاکٹر ش اختر لکھتے ہیں

"شکیلہ اختر کے افسانوں کی ابتدا رومان سے ہوتی ہے۔ یہ رومانس خالص متوسط طبقے کے مسلمان گھرانوں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں تک محدود ہے۔ اس لحاظ سے عصمت اور شکیلہ کی ابتدائی افسانہ نگاری میں تھوڑی نسبت ہے۔ فرق یہ ہے کہ ایک رومان کی سطحی تصویر پیش کرتی ہیں اور عصمت ذہن کی نفسیاتی گرہوں کو کھولتی ہیں۔ لہٰذا ایک کے پاس ذہنی تجزیہ کا فن ہے اور دوسرے کے پاس جذبات آرزوؤں اور تمناؤں کی پرورش کا اظہار ہے۔"[۱]

شکیلہ اختر کے افسانوں میں بہار کے دیہاتوں کا لینڈ سکیپ ہے۔ دیہاتی زندگی میں عورت کی حالت زار بھی نمایاں ہوتی ہے۔ بیشتر افسانوں میں ماں کی ممتا کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ بچے کی تمنا میں پیاسی ممتا کا تصور ابھرتا ہے۔ عورت کے لیے گھر سے باہر کے ماحول میں استحصال کی صورتوں کو بھی آشکار کیا ہے۔ عورت کی ابنارمل نفسیات کا گہرا مطالعہ بھی ملتا ہے۔ عورت کو معاشرے میں درپیش مسائل کی بھی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔

مسز عبد القادر رومانی اردو افسانے کے حوالے سے اہم نام ہیں۔ ان کے چار افسانوی مجموعے ،لاشوں کا شہر (۱۹۳۶)،صدائے جرس و دیگر افسانے (۱۹۳۹)،راہبہ اور دوسرے افسانے (۱۹۴۶) اور وادی قاف اور دوسرے افسانے (۱۹۵۴) شائع ہوئے۔ ماہ نامہ "ادب لطیف" میں ۱۹۴۷ تک شکیلہ اختر کے بعد سب سے زیادہ افسانے مسز عبد القادر کے شائع ہوئے جن کی اشاعتی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ یوم محبت، (شمارہ: مارچ ۱۹۳۵)

۲۔ پاداش عمل (شمارہ: اپریل ۱۹۳۵)

۳۔ خوابوں کی ملکہ (شمارہ: جولائی ۱۹۳۵)

۴۔ گلنار (شمارہ: دسمبر ۱۹۳۵)

۵۔ آوا گون (شمارے: ستمبر ۱۹۳۶۔ اکتوبر ۱۹۳۶۔ نومبر ۱۹۳۶)

۶۔ لاشوں کا شہر (شمارہ: دسمبر ۱۹۳۶)

۷۔ قاتل روح (شمارہ: دسمبر ۳۷ جنوری ۱۹۳۸)

۸۔ داغ معصیت (شمارہ: دسمبر ۳۸ جنوری ۱۹۳۹)

۹۔ بد دعا (شمارہ: ستمبر ۱۹۳۹)

افسانہ ''خوابوں کی ملکہ'' اور ''بد دعا'' ان کے کسی افسانوی مجموعے میں شامل نہیں۔ مسز عبد القادر کے افسانے منفرد رجحان کے حامل ہیں۔ اس رجحان کے حوالے سے دیگر لکھنے والوں مین حجاب امتیاز علی اور میرزا ادیب کے نام اہم ہیں۔ ڈاکٹر محمد عالم خان ان کے افسانوں کے موضوعات کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''مسز عبد القادر نے پر اسراریت، تحیر اور خوف زدگی کے عناصر کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ اس حوالے سے یہ رویے انھیں رومانی افسانہ نگاروں میں جگہ دیتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں سب سے زیادہ نمایاں عنصر تحیر کا ہے۔ وہ کوشش کرتی ہیں کہ افسانے کے لیے ایسے موضوعات اور فضا کو تلاش کیا جائے جو پڑھنے والے کو حیران کر دے۔''[۲]

ان کے افسانے داستانوی رنگ کے حامل ہیں۔ ایڈگر ایلن پو کے اثرات غالب ہیں۔ قاری کی دلچسپی کے لیے تحیر کے عنصر کو بر قرار رکھنے کے پر اسرار فضا تشکیل دی گئی ہے۔ اس دہشت اور خوف کے پس منظر میں گمنام دنیاوں کی سیاحت کو منظر نامہ بنایا گیا ہے۔ اان کے ہاں اس رجحان کے غلبے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت یورپ کے ایسے افسانہ نگاروں کے تراجم ہو رہے تھے جو ہیبت ناک کہانیاں لکھنے میں شہرہ رکھتے تھے۔ مسز عبد القادر نے ہندو دیومالا سے مدد لی ہے۔ اس حوالے سے افسانہ ''آوا گون'' دیکھا جا سکتا ہے۔ محیر العقول واقعات اور مافوق الفطرت عناصر کے باوجود بھی رومانیت اور عشق کے جذبات کو پر تاثیر بنایا ہے۔ نامانوس فضا کے باوجود بھی امکانی صداقتوں کی جھلک ملتی ہے۔ ان کے ہاں کردار فطرت کے جلال اور قہر کے مقابل جدوجہد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

عصمت چغتائی کی آواز، خواتین لکھنے والوں میں ہمیشہ توانا اور مضبوط رہی ہے۔ ان کے افسانے بھی ماہ نامہ ادب لطیف کی زینت بنے۔ ان کے افسانوی مجموعوں میں ''کلیاں''(۱۹۴۱)''ایک بات''(۱۹۴۲)''چوٹیں''(۱۹۴۲)''چھوئی موئی''(۱۹۴۷)''دوہاتھ''(۱۹۵۲)''بدن کی خوشبو''(۱۹۷۹)''لیڈی کلر''(۱۹۷۹)''یہاں سے وہاں تک''(۱۹۸۱)''آدھی عورت آدھا خواب''(۱۹۸۶) شامل ہیں۔ جو افسانے ماہ نامہ ''ادب لطیف'' میں شائع ہوئے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ سفر میں (شمارہ: فروری ۱۹۴۱)

۲۔ لحاف (شمارہ: جنوری ۱۹۴۲)

۳۔ جال (شمارہ: جولائی۔ اگست ۱۹۴۲)

۴۔ ہیرو (شمارہ: جنوری فروری ۱۹۴۳)

۵۔ کروٹ (شمارہ: اپریل۔ مئی ۱۹۴۳)

۶۔ ہیروئن (شمارہ: جون ۱۹۴۴)

۷۔ حسین بی (شمارہ: جنوری فروری ۱۹۴۵)

۸۔ معائنہ (شمارہ: جنوری۔ مارچ ۱۹۴۶)

افسانہ ”کروٹ“، حسین بی“اور”معائنہ“کسی افسانوی مجموعے میں شامل نہیں۔ عصمت چغتائی، اردو افسانے میں ترقی پسند موضوعات اور ہندوستانی عورت کے مسائل اور نفسیات کی پیش کش کے حوالے سے اہم حوالہ ہیں۔ امیر غریب کا فرق، استحصال زدہ طبقے کی نمائندگی کے حامل کردار، معاشرتی تضادات، ظلوموں اور مفلسوں کی غلامی، جہالت، غربت اور ظلم کے خلاف احتجاج کے موضوعات کو خاص اہمیت دی ہے۔ ان کے افسانوں میں جہالت اور اوہام کی شکار عورت کی رہائی کی خواہش ملتی ہے۔ اپنے محسوسات سے خوف زدہ عورت کے مختلف روپ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو سلیقے سے نمایاں کرتی ہیں۔ عورت کی مظلوم حیثیتوں میں کنیز اور باندی بنانے کے تصور کے خلاف ہیں۔ ان کے ہاں نوکر پیشہ اور معصوم بچیوں کے کردار بھی موجود ہیں۔ متوسط طبقے کی عورت کے خوابوں اور امنگوں کو بخوبی پیش کرتی ہیں۔ ہم جنسیت کو بے باکی اور جذباتی انداز میں پیش کرتی ہیں۔ ہندو مسلم فسادات ،برطانوی سامراج کے ظلم وستم، عیارانہ چالیں، سامراجی پالیسیاں اور حکمت عملیوں کو بے نقاب کرتی ہیں۔۔ انگریزوں کے نسلی تعصب پر مبنی افسانے بھی لکھے ہیں۔ ترقی پذیر ملکوں میں حق اظہار سے محروم لوگوں کی روداد بیان کرتی ہیں۔ قوم پرستی کے رجحان کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی تہذیب پر فخر کرتی ہیں۔ ہولی اور دیوالی کے تہوار منانے کے واقعات کی افسانوی تشکیل کرتی ہیں۔ مقامی و ملکی صورت حال کو عالمی تناظر میں پیش کرتی ہیں۔ ان کا افسانہ ”جال“ منافقت کے خلاف جارحانہ جنگ کا عملی ثبوت ہے۔ افسانہ ”سفر میں“ ایک ریل گاڑی کے چار مناظر سے واحد متکلم کے گرد کہانی بنی گئی ہے۔ دھوتی پہنے ادھیڑ عمر لاپرواہ شخص، دودھ پیتے بچہ اور اس کی لاپرواہ ماں اور ایک لیڈر جو خراب دانتوں کے ساتھ ہندوستان کی آزادی میں عورتوں کے کردار کی اہمیت پر زور دے رہا تھا۔ پھر فلیش بیک کی تکنیک کے ذریعے ساڑھیاں پہنے لڑکیاں دکھائی گئی ہیں جو بندے ماترم سے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کررہی تھیں۔ ہندوستانی آرٹ پر تفاخر اور طاقتوں کے جبر کا اظہار دیکھیے۔

” دو قلی ہنسی مذاق میں باہم گتھم گتھا عجیب وغریب گالیاں دے رہے تھے۔ میں نے
سوچنا شروع کیا کہ دوسری قوموں کی گالیاں کس قدر بھولی اور غیر دلچسپ ہیں۔
ہندوستانی دماغ کم از کم گالیوں کی ایجاد میں تو سب قوموں سے آگے ہے۔ جس نکتے
پر گالیوں میں ہمارے یہاں زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس کا لوگوں کو گمان ہی نہیں۔
ہزاروں آرٹ تو دنیا میں لاپرواہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ہمارے ہندوستانیوں کے
آرٹ کو تباہ ہی کر ڈالا گیا۔ انگوٹھے کاٹ ڈالے گئے، کپڑا بنانے والوں کے۔“[۳]

ہاجرہ مسرور ،اردو افسانہ نگار خواتین میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعے ”چرکے“(۱۹۴۴)،”ہائے اللہ“(۱۹۴۶)،”چوری چھپے“(۱۹۴۶)،”اندھیرے اجالے“(۱۹۵۳)اور ”سب افسانے میرے“(۱۹۹۱)شائع ہوئے۔ ماہ نامہ ”ادب لطیف“میں شائع ہونے والے افسانوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ تل اوٹ پہاڑ (شمارہ: اگست ۱۹۴۴)

۲۔ کمینی (شمارہ: مارچ۔ اپریل ۱۹۴۴)

۳۔ راکھ (شمارہ: جنوری ۱۹۴۵)

۴۔ ایک بچی (شمارہ: جنوری۔ مارچ ۱۹۴۶)

ہاجرہ مسرور کے ابتدائی افسانوں جھنجھلاہٹ، جذباتیت اور کڑواہٹ کا اظہار زیادہ ہے۔پہلے افسانوی مجموعے مین جنسی رجحان: مرد عورت کے مابین تلذذ، جنسی بھوک، تشدد اور قتل کے غیر انسانی رویے غالب ہیں۔انھیں بے رحم حقیقت نگار بھی کہا جاتا ہے۔خود غرضی، سیاسی عقائد، مرد کی ہوس ناکی، بے جا پابندیاں، بے روزگاری، سرمایہ دارانہ نظام پر تنقید، اور سماجی تعلقات ایسے موضوعات پر بھی افسانے تحریر کیے ہیں۔عورت کا استحصال، ان کا خاص موضوع ہے۔اس حوالے سے عورت کی مظلومیت، عورت کی نفسی معنویت، سماجی ناانصافی کا شکار عورت، عورت کے استحصال کے پیچھے موجود عورت کی نفسیات ایسے پہلو غالب ہیں۔ان کے ہاں افسانویت کے ساتھ ساتھ خطابت بھی ہے اور یہی مقصدیت انھیں احتجاج سے بغاوت تک لے جاتے ہیں۔انھوں نسوانی لب ولہجہ اور طنزیہ اسلوب اپنایا ہے۔ان اکا افسانہ ”ایک بچی“ قوم پرست سوچ کا اظہاریہ ہے۔اس افسانے میں ہندو مسلم منافرت پر شدید ردعمل طاہر کیا گیا ہے۔

> ”جی میں آیا کہ بے تحاشہ برطانوی ہندوستان زندہ باد کے نعرے لگاوں تاکہ میرے
> پڑوس میں بسے ہوئے مختلف سیاسی عقائد کے لوگ اک دم چونک پڑیں۔میں اپنا
> نعرہ بلند اور بلند کرتی جاوں، سڑکوں پر، گلیوں میں، شہروں شہروں____ یہاں
> تک کہ گاندھی جی کو اپنے اکھنڈ ہندوستان اور مسٹر جناح کو اپنے پاکستان کی ایک حقیقی
> اور ٹھوس شکل نظر آجائے۔“[۴]

خدیجہ مستور اردو افسانہ نگاری کا اہم نام ہے۔ان کے افسانوی مجموعوں میں ”کھیل“(۱۹۴۴)،”بوچھاڑ“(۱۹۴۶)،”چند روز اور“(۱۹۵۱)،”تھکے ہارے“(۱۹۶۲)اور”ٹھنڈا میٹھا پانی“(۱۹۸۱)شامل ہیں۔ماہ نامہ ”ادب لطیف“میں شائع ہونے والے افسانے کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ہونہہ (شمارہ:مارچ۔اپریل۱۹۴۴)

۲۔مکھی(شمارہ:اپریل۱۹۴۵)

۳۔یہ گاوں ہے(شمارہ:مئی۱۹۴۵)

۴۔ایک خط(شمارہ:اکتوبر۱۹۴۵)

ان کے افسانوں میں ریاکار معاشرے کی خود فریبیاں، مردم بیزاری، انسانی دکھ،، مجبوروں سے ہمدردی، بے تعلقی ، بھوک، بے بسی، بے سروسامانی، رفاقت کا فریب، پاک بازوں کی منافقت، غیر محفوظ لوگوں کے ذہنی اور جذباتی تحفظات، تنہائی، انسان دشمنی اور نفسیات انسانی کے بیان کے لیے بے باکی، نشتریت، رقت اور جذباتیت کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔وہ آزادی نسواں کو سماجی جبر کا ردعمل سمجھتی ہیں۔ان کے فن کے ارتقا کے حوالے سے ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں۔

> ”ہمارے ہاں بعض خواتین افسانہ نگار عورت کے دکھوں اور محرومیوں کا ذکر کرتی تو بہت
> زیادہ جذباتی ہو جاتی ہیں بلاشبہ یہ فطری بات ہے پر ایک عورت کے لیے نہ کہ ایک فنکار
> کے لیے یہی وجہ ہے کہ خدیجہ مستور کے ابتدائی افسانوں میں رقت اور جذباتیت وافر ہے
> ہے اور بعد میں بھی جب خدیجہ مستور نے بظاہر بے رحم حقیقت نگار کی طرح بے باکی اور
> نشتریت کو فنی مطمح نظر بنایا تو میرے خیال میں وہ ایک آدھ افسانے کے سوا اپنے کڑوے
> تعصبات پر قابو نہ پاسکیں اور زہر خند کی آرزو محض زہر اب بن کر رہ گئی۔“[۵]

حجاب امتیاز علی،رومانی افسانہ نگاری کے حوالے سے ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ان کے افسانوی مجموعے ""تلاش اور دوسرے ہیبت ناک افسانے"(۱۹۳۲)"کاونٹ الیاس کی موت اور دوسرے ہیبت ناک افسانے"(۱۹۳۳)"میری ناتمام محبت"(۱۹۳۳)،"ممی خانہ اور دوسرے ہیبت ناک افسانے"(۱۹۳۵)،"صنوبر کے سائے اور دوسرے رومان"(۱۹۳۹)"وہ بہاریں ،یہ خزائیں"،(۱۹۶۴)"احتیاط عشق"(۱۹۹۴)شائع ہوئے۔ان کے جو افسانے ماہنامہ ادب لطیف میں شائع ہوئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ظالم محبت(شمارہ:جنوری۱۹۳۹)

۲۔ایک رات(شمارہ:اگست۱۹۳۹)

۳۔چچا کا خط(شمارہ:جنوری۱۹۴۱)

یہ افسانے کسی افسانوی مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ ان کے افسانوں میں رومانیت کے تمام پہلو اپنی جلوہ گری کے ساتھ موجود ہیں۔ملول تنہائی اور ویرانی کے لیے آسیب زدہ ماحول تخلیق کرتی ہیں۔ان کے افسانے وحشت ناک متخیلہ کے سفر نامے دکھائی دیتے ہیں۔ان کے کردار بالا طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔بالائی متوسط طبقے کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کے احساسات اور نفسیات کو رومانی مثالیت کے روپ میں پیش کرتی ہیں۔ان کے ہاں طلسمی دنیا میں نشاطیہ پہلو موجود ہے۔یاد ماضی،احساس جمال،اجنبیت،تحیر آمیز اداسی،اور ناآسودہ ذات کا داخلی کرب کو خارجی عناصر سے ملا کر پیش کیا ہے۔مشرقی احساسات و جذبات کے بیان کے لیے مغربی طرز اظہار اختیار کیا ہے۔عشق و رومان کی دردناک داستانوں کو ماورائیت،خوف اور ہیبت کی فضا کے ساتھ سحر انگیز انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ان کے افسانوں پر فرانسیسی ہیبت ناک کہانیوں کے اثرات ہیں۔خواب،جزیروں،پھولوں اور حسین وادیوں کے رنگوں میں لطیف انسانی محسوسات کی تجسیم کی گئی ہے۔بصری رومانیت کی تجربے کو رومانی کردار نگاری،فضابندی،تراشی ہوئی تشبیہات،استعارات اور تراکیب کے ذریعے نمایاں کیا گیا ہے۔

رشید جہاں کا نام "انگارے"(۱۹۳۲) کی اشاعت سے سامنے آیا۔یہ افسانوی مجموعہ ترقی پسند افسانہ نگاری کی ابتدا سمجھا جاتا ہے۔ان کے دو افسانوی مجموعے "عورت اور دیگر افسانے"(۱۹۳۷)اور "شعلہ جوالہ"(۱۹۶۷)شائع ہوئے۔ان کے جو افسانے ماہ نامہ "ادب لطیف" میں اشاعت پذیر ہوئے،اسن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔قانون اور انصاف(شمارہ:مئی جون ۱۹۴۱)

۲۔نئ مصیبتیں(شمارہ:جنوری۱۹۴۲)

یہ افسانے ان کے کسی افسانوی مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔رشید جہاں پہلی خاتون افسانہ نگار ہیں جنھوں نے مردانہ موضوعات پر افسانے تحریر کیے ہیں۔مردانہ سماج کے خلاف احتجاج کرتی ہیں۔وہ سماجی حقیقت و واقعیت نگار ہیں۔غریب عورتوں کے مصائب اور عورتوں کے مسائل میں مظلوم دلہنوں کی روداد یں زیادہ ہیں۔عورت کی سماجی حیثیت،معاشرتی ناانصافی اور مذہبی آگہی،سماجی تضادات،متوسط طبقے کے مسائل،نفسیات انسانی میں انسانی تعلقات کے الجھاو کی معنویت اور یوپی کے مسلم کلچر کی فضا کو افسانوی بنت کا حصہ بنایا ہے۔انھوں نے سادہ بیانیہ کے ساتھ طنزیہ لب و لہجہ بھی اختیار کیا ہے۔ان کے افسانہ "نئ مصیبتیں" کا شمار سماجی نوعیت کے عمدہ افسانوں میں ہوتا ہے۔دوہری سطح کی پیش کش کا افسانہ ہے۔اس میں ایک ہی دنیا میں دو دنیاوں کے افراد ملتے ہیں۔ایک طرف کھاتا پیتا گھرانہ دوسری جانب نوکروں کی دنیا ہے۔دوسری جنگ عظیم نے مختلف مسائل کو جنم دیا۔اون مہنگی ہونے جارجٹ کے سوٹ مہنگے ہو جاتے ہیں۔ساڑھیاں اور پٹرول مہنگے ہوگئے۔کوکنگ چیز مارکیٹ سے غائب ہوگیا۔تو دوسری طرف نوکروں کو اشیائے ضروریہ نہ صرف کمیاب ہوگئیں بلکہ گراں بھی ہوگئیں۔

قرۃالعین حیدر ،خواتین افسانہ نگاروں میں اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ان کے افسانوی مجموعے ”ستاروں سے آگے“(۱۹۴۶)،”ٹوٹتے تارے“(۱۹۴۷)،”شیشے کے گھر “(۱۹۵۴)،”پت جھڑ کی آواز“(۱۹۶۷)،فصل گل آئی یا اجل آئی“(۱۹۶۸)،”روشنی کی رفتار“(۱۹۸۲)،اور”جگنوؤں کی دنیا“(۱۹۹۰)شائع ہوئے۔ماہ نامہ ”ادب لطیف“مین ۱۹۴۷تک ان کا ایک افسانہ شائع ہوا،جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ستاروں سے آگے (شمارہ:مارچ۔اپریل ۱۹۴۴)

ا۔خوابوں کے محل(شمارہ: ستمبر ۱۹۴۴)

افسانہ ”خوابوں کے محل“ان کے کسی افسانوی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ قرۃالعین حیدر کے افسانوں کے بیشتر مرکزی کردار عورت ہی ہیں۔ان کی افسانہ نگاری موضوعاتی تنوع کی حامل ہے۔بالائی اور بالائی متوسط طبقے کی داخلی دنیا اہم موضوع رہا ہے۔جنگ عظیم دوم کے حالات و واقعات واثرات اور عورت کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔رومانیت اور مثالیت کا امتزاج بھی ملتا ہے۔معاشرتی زندگی کے متنوع سوالات کا حل تہذیبی حوالوں مین تلاش کرتی ہیں۔نوخیز لڑکیوں کی مزاجی کیفیات کا بھی بیان ہے۔بے حسی،یاد ماضی،تنہائی،مفلسی،خودغرضی،اجتماعی دکھ،معاشی مصائب،تنگ نظری،ریاکاری،تلخی،شکست آرزو،محرومی،اداسی،ارباب اقتدار کی سامراج پسندی،وحشت،موت کا خوف،ہندو مسلم تہذیب اور عالمگیر تہذیب کی تلاش اہم موضوعات ہیں۔ان کے ہاں استعاراتی علامتی،اساطیری اور المیہ انداز بیاں بھی نمایاں رہا ہے۔افسانہ ”خوابوں کے محل“ایک مختصر افسانہ ہے۔اس افسانے میں بالا طبقے کے گھرانے میں لڑکیوں کے جذبات اور امنگوں کو دکھایا گیا ہے۔اینگلو انڈین لڑکی مس ایمیلی آرکڈیل کے خوابوں کا محل ہی اس کا مرکزی خیال ہے۔دوسری جانب مرد کی بے وفائیوں کا نمائندہ ریاض جیسا فلرٹ کردار ہے۔افسانے کی منظر کشی میں استعاراتی بیان دیکھیے۔

”جگمگاتے ہوئے بال روم مین بلوری میز پر جھکا ہوا جیسے کوئی آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔
آپ کے آٹو گراف البم میں کیا لکھوں۔۔۔؟ان سیاہ آنکھوں کا خیال مجھے کھوئے ہوئے
خوابوں کی وادی میں پہنچا دیتا ہے۔ جہاں رائن کے پانیوں میں اترتے ہوئے زرد چاند کی
کرنیں ان چمکدار پگڈنڈیوں پر پڑتی ہیں۔جو سرسبز پہاڑیوں اور شاہ بلوط کے گھنے جنگلوں
میں سے گزرتی ہوئی خوابوں کے سرخ برجیوں والے قلعے تک جاتی ہیں۔“[۶]

ممتاز شیریں کی بنیادی شناخت فکشن کی تنقید کے حوالے سے ہے مگر انھوں نے افسانہ نگاری میں بھی اپنے تخلیقی جوہر دکھائے ہیں۔ان کے دو افسانوی مجموعے ”اپنی نگریا“(۱۹۵۵)اور ”میگھ ملہار“(۱۹۶۲)شائع ہوئے۔ان کا ایک افسانہ ”گھنیری بدلیوں میں“(شمارہ:مئی ۱۹۴۶)شائع ہوا۔ان کے افسانوں میں متوسط طبقے کی ازدواجی زندگی اہم موضوع رہا ہے۔سماجی اور رومانی حقیقت نگاری کی پیش کش کے لیے خوش حال گھرانے کے کرداروں کا انتخاب کیا ہے۔غربت،خودغرضی،افسردگی،یاسیت ،بے بسی اور طبقاتی تضاد پر مبنی افسانے بھی اہم ہیں۔ان کے کچھ افسانے سوانحی کہے جا سکتے ہیں۔افسانہ ”گھنیری بدلیوں میں“ سوانحی افسانہ ہے۔اس افسانے میں شوہر اور بیوی کی باہمی محبت اور مزاج کی ہم آہنگی اور مغائرت کے موضوع کو سمیٹے ہوئے ہے۔

سرلا دیوی بھی اردو افسانے کا اہم نام ہیں۔ ان کے دو افسانوی مجموعے "کلنک" (۱۹۴۹) اور "چاند بجھ گیا" (۱۹۵۴) شائع ہوئے ہیں۔ ان کا ایک افسانہ "وہ کوکی کوئل" ماہ نامہ "ادب لطیف" کے شمارہ: مئی ۱۹۴۶ میں شائع ہوا۔ زندگی کے تاریک اور روشن پہلوؤں کو روشن کرتی ہیں۔ ان کے کردار امید پرست ہیں۔ ان کے افسانوں کی نمایاں خوبی مناظر فطرت کی عکاسی رہی ہے۔

صدیقہ بیگم سیوہاروی، خواتین افسانہ نگاروں میں اہم لکھنے والی ہیں۔ ان کے تین افسانوی مجموعے "پلکوں میں آنسو" (۱۹۴۸)، "ہچکیاں" (۱۹۵۰) اور "دودھ اور خون" (۱۹۵۷) شائع ہوئے۔ ماہ نامہ "ادب لطیف" میں ایک افسانہ "پیپ بہتی ہوئی، گلتے ہوئے ناسوروں سے" (شمارہ: ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۶) شامل ہوا۔ اس افسانے میں مرکزی کردار عورت کا ہے جو انگریزوں سے نفرت رکھتی ہے۔

"جیسے وہ روٹی کا ٹکڑا نہیں بندوق کی گولی تھی جس نے اس کی کومل چھاتی میں گہرا ناسور کر دیا تھا۔ کبھی ابھرنے والا ناسور۔ اور وہ لال لال بندر نما فوجی گویا اپنی اس کمینی حرکت پر ابھی تک قہقہہ لگا رہا تھا۔ ننگ دھڑنگ فوجی جس کے شفاف سینے پر نیلے نیلے حروف کھدے ہوئے تھے جیسے دل کی سیاہی سمٹ کر سینے پر ابھر آئی ہو۔ شکنت کو غصہ آنے لگا۔۔۔۔ شکنت۔ کمبخت ہندوستانی لڑکی جو "عصمت بدوش" یہاں کھڑی ہے، اپنے اندر کبھی انتقام کی قوت رکھ سکتی ہے جس نے بھوک کے سائے میں جنم لیا ہو۔ غلامی کی گود میں پلی ہو۔ جو اندھیارے میں جوانی کو خوش آمدید کہہ رہی ہو۔ وہ کبھی انتقام لے سکتی ہے۔ ناممکن۔"[۷]

زبیدہ سلطانہ کی زیادہ شہرت بحیثیت معاشرتی ناول نگار رہی ہے البتہ انھوں نے افسانہ نگاری میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے بیشتر افسانے رسائل کی زینت بنتے رہے۔ کتابی صورت میں ناولوں کی اشاعت زیادہ ہوئی افسانوی مجموعے "شبستان الم" اور "نایاب زمرد" سامنے آئے۔ ماہ نامہ "ادب لطیف" میں دو افسانے "نفرت" (شمارہ: اپریل ۱۹۳۵) اور "شش و پنج" (شمارہ: دسمبر ۱۹۳۵) شائع ہوئے۔ رضیہ رعنا، بہار سے تعلق رکھنے والی اہم لکھنے والی ہیں۔ انھوں نے ادبی سفر کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا بعد ازاں شاعری میں طبع آزمائی کرتی رہیں۔ ان کا شعری مجموعہ "خاک آشیاں" شائع ہوا۔ ان کا ایک افسانہ "اجتناب" (شمارہ: اگست ۱۹۳۸) ماہ نامہ "ادب لطیف" میں شائع ہوا۔ کچھ نئے لکھنے والوں میں کنیز فاطمہ حیات اور نزہت صہبائی کے افسانے بھی شامل اشاعت ہوئے۔ کنیز فاطمہ حیات کا افسانہ "شاعر اور چاندنی رات" (شمارہ: نومبر ۱۹۳۵) اور نزہت صہبائی کا افسانہ "تبصرہ" (شمارہ: جون ۱۹۴۴) اشاعت پذیر ہوئے۔

مذکورہ بالا جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ۱۹۴۷ سے قبل خواتین کی ایک بڑی تعداد افسانہ نگاری میں اپنے تخلیقی جوہر دکھا رہی تھیں۔ ان کے افسانے موقر رسائل کی زینت بن رہے تھے اور ساتھ ساتھ ان کے افسانوی مجموعے بھی اشاعت پذیر ہو رہے تھے۔ ان میں بعض افسانہ نگاروں کی پہلی تحریریں بھی ماہ نامہ "ادب لطیف" میں ہی شائع ہوئیں اور کچھ افسانے تو ایسے ہیں جو ان کے کسی افسانوی مجموعے میں بھی شامل نہیں ہوئے۔

حوالہ جات

۱۔ش اختر،،شناخت،(گیا:سنٹر فور سائنٹی فک اینڈ کلچرل اسٹڈیز،۱۹۸۱)ص ۱۹۴

۲۔ڈاکٹر محمد عالم خان،اردو افسانے میں رومانی رجحانات،(لاہور:علم و عرفان پبلشرز،۱۹۹۸)ص ۲۷۴

۳۔عصمت چغتائی،سفر میں، مشمولہ،ماہ نامہ ادب لطیف،لاہور،فروری ۱۹۴۱،ص ۹

۴۔ہاجرہ مسرور،ایک بچی، مشمولہ ماہ نامہ ادب لطیف،لاہور، جنوری۔مارچ ۱۹۴۶،ص ۲۴۳

۵۔ڈاکٹر انوار احمد،اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ،(فیصل آباد:مثال پبلشرز،۲۰۱۰)ص ۴۱۶

۶۔ قرۃ العین حیدر،خوابوں کے محل، مشمولہ،ماہ نامہ ادب لطیف،لاہور، ستمبر ۱۹۴۴،ص ۲۲

۷۔صدیقہ بیگم سیوہاروی،پیپ بہتی ہوئی گلتے ہوئے ناسوروں سے، مشمولہ،ماہ نامہ ادب لطیف، ستمبر،اکتوبر،نومبر ۱۹۴۶،ص ۱۳۔۱۷